بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

قارئین فکرو نظر کو عید مبارک !

یوں تو عید کی مسرت سبھی کو ہوتی ہے اور ہر مسلمان اپنی استطاعت بھر عید کی تقریبات میں حصہ لیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عید کی جس قدر مسرت ماہ صیام میں روزہ، تلاوت قرآن اور اعتکاف کرنے والوں کو ہوتی ہے کسی دوسرے شخص کو نہیں ہو سکتی، انسان کی فطرت سلیمہ یہ ہے کہ وہ ہر نیک اور اچھا کام کرنے کے بعد خوشی، مسرت اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی عام سی بات ہے جس کا ہم روز اٹھتے بیٹھتے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر ایک ننھا سا بچہ اسکول سےگھر سے واپس آتے ہوئے کسی بوڑھے یا نابینا شخص کو راستہ بتا دے یا سڑک پار کرا دے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی، وہ گھر آتے ہی اپنے ماں باپ کو اپنے اس کارنامہ سے مسرت و افتخار کے جذبات کے ساتھ مزے لے لے کر با خبر کرتا ہے۔ اس بچہ کا یہ رویہ انسانی طبیعت و فطرت کو پوری طرح واضح کردیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نیک کام کرنے کے بعد انسانی طبیعت سلیمہ پر جو پہلا اثر پیدا ہوتا ہے وہ اطمینان، قلبی سکون اور مسرت کے ملے جلے جذبات و عواطف پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام خوش قسمت مسلمان جنہوں نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے ہوں، پابندی کے ساتھ تراویح کی سنت ادا کی ہو، تلاوت کلام پاک کا التزام کیا ہو، فحشاء و منکر سے محفوظ رہنے کی کوشش کی ہو، ان کو جو دلی مسرت اس کارنامہ کی انجام دہی

سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس مفہوم کو حدیث پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: للصائم فرحتان فرحۃ عندالافطار و فرحۃ عند لقاءالرحمٰن۔ روزہ‌دار کو دو خوشیاں نصیب ہوں گی، ایک افطار کے وقت اور دوسری خدائے رحمان کی ملاقات کے وقت۔ ظاہر ہے کہ ایک روزہ افطار کرنے کے بعد جس قدر خوشی ہوگی اس سے تیس گنا زیادہ خوشی تیس روزے افطار کرنے کے بعد ہوگی، اور تراویح و تلاوت کلام پاک اور اعتکاف کی ادائیگی کی خوشی اس پر مستزاد ہے۔

— — — —

اسلام نے انسان کی ہر طبعی اور فطری ضرورت کی انجام دہی کے لئے طبعی اور فطری صورتیں متعین کی ہیں، بلکہ اسلام تو نام ہی ہے ہر معاملہ میں فطرت کے اصول کو اختیار کرلینے کا۔ خود لفظ اسلام فطرت کائنات کے ایک بہت بڑے اصول کی نشاندہی کرتا ہے۔ کائنات کی فطرت میں سپراندازی اور خودسپردگی ودیعت کردی گئی ہے۔ یہ ہماری زمین، یہ چاند، سورج، یہ سیارے، یہ نظامہائے فلکی، یہ کہکشانی سلسلے غرض پوری کائنات ایک طے شدہ نظام اور ایک لگے بندھے ضابطہ کے ماتحت نہ جانے کب سے کام کررہی ہے۔ بس اسی طے شدہ نظام اور اسی لگے بندھے ضابطہ کے ماتحت کام کرنے کا نام اسلام ہے۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کبریٰ کی نشان‌دہی کی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے ثم استویٰ الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعاً او کرھا قالتا اتینا طائعین (پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا سو اس سےاور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ ۴۱: ۱۱)۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے و ان من شئی الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقھون تسبیحھم (کوئی چیز ایسی موجود نہیں جو اللہ کی تسبیح و تحمید نہ

کرتی ہو لیکن تم ان مخلوقات کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو ۱۷ : ۴۴)
ایک اور جگہ ارشاد ہے ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرھاً (اور اسی کے حکم کی تابع ہیں وہ تمام مخلوقات جو آسمانوں میں ہیں یا زمینوں میں رضامندی سے یا مجبوری سے)۔

ہمارے اسلام اور دوسری مخلوقات کے اسلام میں فرق صرف اس قدر ہے کہ دوسری مخلوقات صرف تکوینی طور پر اسلام کی پابند ہیں اور ہم کو تکوینی پابندی کے ساتھ ساتھ تشریعی پہلو میں بھی اسلام (فطری رویہ) ہی کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

— — — —

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عید کی طبعی اور فطری خوشی کے اظہار کا طریقہ اس فطری رویہ (اسلام) کے مطابق کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسا ہی طریقہ ہوسکتا ہے جو فطرت سلیمہ کے تقاضوں پر پورا اترتا ہو۔ دوسرے مذاہب میں عیدیں یا دوسری تقریبات منانے کا طریقہ اسلام سے یکسر مختلف ہے، بعض لوگوں کے ہاں ناچ گانوں، راگ باجوں اور شراب نوشی کی محفلیں منعقد کرنے کا رواج ہے، بعض اقوام کے ہاں بادشاہوں، پروہتوں پنڈتوں اور اس طرح کے دوسرے انسانی اور غیر انسانی طاغوتوں کی خدمت میں نذریں اور نیازیں پیش کرنے اور بھینٹ چڑھانے کا دستور ہے۔ بعض دوسری اقوام کے ہاں اور طریقے بھی ہیں۔ لیکن اسلام کا مزاج ان باتوں کو قبول کرنے سے یکسر اباء کرتا ہے، وہ ہم کو عید منانے کا ایک بالکل سیدھا سادا طریقہ سکھاتا ہے۔

— — — —

علی الصباح اٹھیے ، غسل کیجیے ، پاک صاف ہو کر حسب استطاعت عمدہ کپڑے پہنیے ، عید کی تقریبات شروع کرنے سے پہلے اپنے غریب بھائیوں کو یاد کر لیجیے ، یعنی روزوں کا فطرہ ادا کیجیے اپنی خوشیوں میں ان کو بھی

شریک کر لیجئے ، کوئی میٹھی چیز کھا کر گویا باضابطہ افطار کر لیجئے ، تمام مسلمانوں کے ساتھ عید گاہ جائیے، عیدگاہ میں امیر و غریب، افسر و ماتحت، آقا اور غلام، چھوٹا اور بڑا، عالم اور جاہل، استاذ اور شاگرد سب ایک ھی جگہ ملیں گے، محمود و ایاز دونوں ایک ھی صف میں کھڑے ھوں گے، آپ بھی جائیے، جہاں جگہ ملے دوسروں کو تکلیف دئے بغیر بیٹھ جائیے، سب کے ساتھ دوگانہ عید ادا کیجئے، یہ ایک قسم کی نماز شکرانہ ھے جو آپ اس لئے ادا کر رھے ھیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک ماہ تک نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائی، نماز کے بعد اللہ ربالعزت کے حضور دعا کیجئے کہ وہ آپ کی عبادتیں قبول فرمالے، نماز کے بعد خطبۂ مسنونہ سنئے۔ خطبہ سے فارغ ھو کر تکبیر و تہلیل اور سلاماً سلاماً کی صدائیں بلند کرتے ھوئے گھر واپس آجائیے، اب دوستوں ، عزیزوں ، سے ملئے، ملاقاتیں کیجئے، تحفوں اور ھدایا کا تبادلہ کرکے آپس میں اخوت و محبت کے رشتوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیے، لیجئے آپ کی عید ختم ھوگئی، ان حدود کے اندر رھتے ھوئے آپ اپنے ایسے مقامی رسوم و رواج کو اختیار کرسکتے ھیں جو اسلام کی روح سے مطابقت رکھتے ھوں کہ ان کی حیثیت آپ ھی کی گمشدہ پونجی ھے۔

— — — —

سب سے پہلی عید الفطر مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں ۲ ھجری میں منائی تھی، اسی سال رمضانشریف کے روزے فرض کئے گئے تھے۔ اور تاریخ اسلامی میں مسلمانوں کی پہلی عید، پہلا تہوار، اور اجتماعی خوشی کا پہلا دن اسی روز منایا گیا تھا۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی جملہ تعداد غالباً ایک ھزار سے بھی کم تھی، لیکن جب میدان عید میں مسلمانوں نے اپنے اجتماع کو دیکھا تو خوشی کے مارے تکبیر و تہلیل کرنے لگے کہ اب ھماری اتنی بڑی تعداد ھوگئی۔ ھمیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔ غربت کا یہ عالم تھا

کہ چوتھائی تعداد کو بھی لئے لباس میسر نہ تھے خطرہ کا یہ عالم تھا کہ سارا عرب، ساری دنیا بلکہ خود مدینہ منورہ اور اس کے نواح کی اکثریت دشمن تھی۔ لیکن ان اللہ کے پیاروں کا یہ حال تھا کہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔

اس واقعہ کو یاد کرکے جب ہم اپنے اجتماعات عید کو دیکھتے ہیں، اور اپنے قلوب کا جائزہ لیتے ہیں کہ بے یقینی سے مملؤ اور خوف غیر اللہ سے بھینچے ہوئے دل ہمارے سینوں میں دھڑک رہے ہیں۔ تو بے اختیار ہمیں مرحوم علامہ اقبال کا یہ مصرع یاد آتا ہے ع - تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟

عید ہم نے بھی منائی اور آپنے بھی، اور ساری دنیا کے سارے ہی مسلمانوں نے منائی، دوسرا تو کون ہے جو نشان دہی کرسکے ہر مسلمان خود اپنے قلب کا جائزہ لے کر دیکھے کہ یقین کتنا تھا، اور بے یقینی کتنی۔ پھر خود ہی اپنے متعلق فیصلہ کرے کہ نفاق کا روگ تو خدانخواستہ کہیں لاحق نہیں ہو رہا ہے۔ پھر توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے۔

— — — —

مصر و شام کے لوگ اپنے وہ علاقے یہودیوں سے حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں جو ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے ان سے چھین لئے تھے، اور ادارۂ اقوام متحدہ اور ساری دنیا کے بار بار اصرار کے باوجود اب تک خالی نہیں کئے ہیں۔ یہ مظلوموں کی جدوجہد ہے اور اپنے حق کے حصول کے لئے جدوجہد، مگر واہ رے سیاست کاروں کے دجل و فریب کہ مغرب کے اساطین سیاست کی زبان میں یہ عمل بھی جارحانہ عمل ہے۔ اور اس کے خلاف یہودی حکومت کو مدد دی جارہی ہے۔

خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا اس صورت حال سے نبٹنے کے لئے دنیا کے مسلمان اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ ظالموں اور ظالموں کے مددگاروں کے خلاف آواز اٹھائیں ۔ ان کے تجارتی مال نہ خریدیں ۔ لیکن شاید اسے بھی زبان سیاست میں جارحانہ عمل ہی کہا جائے گا۔

بے بسی دیکھو، پتنگے پاس سے دیکھا کئے
شمع کے سر پر ستم ہوتا رہا گلگیر کا

(بقیہ تعارف و تبصرہ)

کامل بہترین کاغذ اور بہترین طباعت کے ساتھ شایع کردیا ہے ۔ فاضل کامل مصطفیٰ شیبی نے اس سلسلہ میں اتنی محنت اور دقت‌نظری سے کام لیا ہے کہ بے اختیار زبان سے احسنت و آفرین کی صدا نکلتی ہے ۔

یہ دیوان تصوف سے اور عربی ادبیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بڑا ہی انمول تحفہ ہے ۔ عربی منظومات میں متصوفانہ شاعری کے ابتدائی نمونوں میں اس دیوان کو ایک خاص مقام حاصل ہے، اس کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ تیسری صدی میں صوفیانہ افکار کی کیا شکل تھی اور انداز بیان کی کیا کیا صورتیں بن چکی تھیں ۔

ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے کتب خانہ میں یہ دیوان داخلہ نمبر ۱۷۰۰۶ پر فن عربی نظم میں موجود ہے ۔

عبد القدوس ہاشمی۔